حفصہ اکرم ،ایم فل سکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد
ڈاکٹر طیبہ نگہت ،اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد
Hafsa Akram MPhil Scholar, Department of Urdu, Govt. College Women University, Faisalabad.
Dr. Taayyaba Nighat, Assistant Professor, Department of Urdu, Govt. College Women University, Faisalabad.

ناول ’’قربت مرگ میں محبت‘‘ کے نفسیاتی مضمرات

PSYCHOLOGICAL IMPLICATIONS OF THE NOVEL "QURBAAT E MARAAG MAIN MOHBAAT"

Abstract:
MustansaarHussainTarar has undoubtedly been considered one of renowned writer of Urdu in modern times. His distinction as writer is evident in diversified literary genres. He has been a successful novelist, travel loguer, dramatist, columnist and short story writer. Themes of his writings are unique in their nature and presentation. These writings unveil the society and it's inconsistent behaviors. The social bonding and their psychological impacts on individuals are his prominent interests. Novel “Qurbaat e Maraag Main Mohbaat" has larger thematic and psychological implications. There is galaxy of characters who represent different behaviors stimulated by social norms. This research article is an effort to bring forth numerous psychological implications of this novel.

Key Words: *Renowned, Diversified, Literary Genres, Unveil, Inconsistent Behaviors, Psychological Implications.*

مستنصر حسین تارڑ کثیر الجہت ادبی شخصیت ہیں۔ انہوں نے اردو ادب کی کئی اصناف پر اپنے فن کے گہرے نقوش ثبت کیے ہیں۔ ایک مستند افسانہ نگار، ناول نگار، کالم نگار، ڈرامہ نگار اور سفر نامہ نگار کے طور پر اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا دنیائے ادب سے اعتراف کرا چکے ہیں۔ معاشرے کی بگڑتی صورت حال اور انسانی نفسیات پر اس کے اثرات اور سماجی برائیوں کے زیرِ اثر جنم لینے والے نفسیاتی مسائل کو اپنے ناولوں کا موضوع بنایا ہے۔ ان کے ناول عصرِ حاضر کی بھرپور نمائندگی کرتے ہیں۔ بہاؤ، راکھ، خس و خاشاک زمانے وغیرہ اردو ناول کی مجموعی روایت کا اثاثہ

کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔ ادبی خدمات کے اعتراف میں انہیں بہت سے قومی اور بین الاقوامی اعزازات سے نوازا جاچکا ہے۔

مستنصر حسین تارڑ نے تاریخ، رومان، نفسیات، سماجی و معاشی حالات غرض کہ کئی موضوعات پر لکھا ہے۔ ناول ''قربتِ مرگ میں محبت'' نفسیات کے تناظر میں تحریر کیا گیا ہے۔ نفسیات کو انسان کے خارجی اور باطنی طرزِ عمل کے سائنسی مطالعے کا نام دیا جاتا ہے۔ نفسیات یونانی زبان کا لفظ ہے۔ اور انگریزی میں اسے Psychology کہا جاتا ہے۔ علمِ نفسیات انسانی فطرت اور ذہن کا مطالعہ کرتی ہے۔ ناول ''قربتِ مرگ میں محبت'' میں تارڑ صاحب نے داخلی مسائل اور اس کے زیرِ اثر جنم لینے والے نفسیاتی مسائل کو موضوع بنایا ہے۔ آپ نے فکری فنی اور موضوعاتی حوالوں سے اردو ناول کے ہاتھ مضبوط کیے ہیں۔ ڈاکٹر غفور شاہ قاسم تارڑ صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''وہ (مستنصر حسین تارڑ) ایک بہترین ادیب اور بیسٹ سیلر قلم کار ہیں۔ گویا کمالاتِ فکر و فن کا چمنستان کھلا ہوا ہے۔ جس کو لفظوں کی گرفت میں لانا بہتے پانی میں گرہ لگانے کے مترادف ہے۔''(۱)

مستنصر حسین تارڑ کا ناول ''قربتِ مرگ میں محبت'' ۲۰۰۱ء میں منظرِ عام پر آیا اور اس ناول کا انتساب ''سندھ سائیں کے نام'' ہے۔ اس ناول میں تارڑ صاحب نے بہت سے کردار پیش کیے ہیں۔ یہ تمام کردار کہیں نہ کہیں ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ اس ناول کا مرکزی کردار ''خاور'' ہے۔ جو کہ ایک ادیب ہے اور ملک میں افسانوی شہرت رکھتا ہے۔ مصنف نے اس کردار کے ذریعے ملک کے نظام کو بھی عیاں کیا ہے۔

''قربتِ مرگ میں محبت'' میں مستنصر حسین تارڑ نے دو اہم کردار پیش کیے ہیں جو نفسیاتی کرداروں کے زمرے میں آتے ہیں۔ ان میں ایک ''پکھی'' کا کردار اور دوسرا ''عابدہ سومرو'' کا ہے۔ مصنف نے پکھی کا کردار جنسی نفسیات کے حوالے سے لکھا ہے۔ مصنف نے پکھی کے کردار کے ذریعے معاشرے کے اس پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس میں عورت کو صرف جنسی آسودگی کے لحاظ سے دیکھا جاتا ہے۔ پکھی ایک ایسا کردار ہے جو کشتی میں مقیم ہے اور کشتی کے مسافروں کی دلداری کرتی ہے۔ وہ کشتی کی تاریک میں بچے پیدا کرتی ہے۔ جبکہ مسافر جیب سے پیسے نکال کر اس کا پیٹ بھرتے ہیں۔ اس تمام عمل میں اس کا شوہر خاموش رہتا ہے۔

پیٹ بھرنے کی خاطر اس طرح کے لوگ اپنی بیویوں کو دوسروں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور امیر لوگ جنسی بھوک ختم کرنے کی خاطر غریب لوگوں کی عزت سے کھیلتے ہیں۔ اس ناول میں پکھی کوئی بدکردار یا فاحشہ عورت نہیں ہے۔ بلکہ غربت اور تنگ دستی کے عفریت کا مقابلہ کرنے والے خاندان کا ایک فعال حصہ ہے۔ مصنف نے اس ناول میں مردوں کی جنسی نفسیات بھی پیش کی ہے کہ مرد اپنے اندر کے مرد کو تسکین دینے کے لیے کس طرح عورت کے بدن کو نوچتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں بہت سی ایسی عورتیں ہیں جو کردار کے لحاظ سے بدکردار نہیں ہیں۔ لیکن غربت افلاس اور بھوک کی وجہ سے یہ کام کرنے پر مجبور ہیں۔

مستنصر حسین تارڑ نے اس ناول سے یہ باور کروانے کی کوشش کی ہے کہ ہر معاشرے میں ایسے افراد موجود ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی غربت اور مجبوری سے فائدہ اٹھانے کی بجائے ان کی مالی مدد کرنی چاہیے تاکہ ایسے افراد بھی معاشرے میں عزت کی زندگی گزار سکیں۔ "قربتِ مرگ میں محبت" ایسا ناول ہے جو جنسی نفسیات اور اس کے عوامل کو بھی بیان کرتا ہے۔ بھوک ایک ایسا فعال محرک ہے جو جنسی عوامل اور جنسی نفسیات کا ذریعہ بنتی ہے۔ ایک عورت اپنے پیٹ یا اپنے بچوں کے پیٹ کو بھرنے کے لیے مرد کی ہوس کا نشانہ بنتی ہے۔ جس کے نتیجے میں اسے ایک معاوضہ ملتا ہے تاکہ وہ اپنے خاندان کو دو وقت کی روٹی کھلا سکے۔ اردو ادب میں جنسی نفسیات کے موضوع پر بہت سے مصنفوں نے قلم اٹھایا ہے۔ ان میں سب سے اہم نام منٹو کا ہے۔

ڈاکٹر ممتاز احمد خان اس ناول کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "اس ناول کو محبت، موت اور گلیمر کی دنیا Sex والی ظاہرہ اور پوشیدہ کشش کے مثلث کے طور پر دیکھنا چاہیے۔ حس کے کنارے کنارے جنسی نفسیات کا بھی عمل دخل ہے۔"(۲)

اس ناول کا دوسرا نفسیاتی کردار "عابدہ سومرو" کا ہے۔ یہ ایک نہایت پیچیدہ کردار ہے۔ عابدہ سومرو ایک سندھی وڈیرے کی بیوی ہے اور اس کی ایک بیٹی بھی ہے۔ عابدہ سومرو نفسیاتی طور پر ابنارمل کردار ہے۔ یہ شیزوفرینیا کی مریض ہے۔ یہ ایک عام ذہنی بیماری ہے۔ اسے اردو میں انشقاق ذہن کہا جاتا ہے۔ اور انگریزی میں Schizophrenia کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ لاطینی زبان کے لفظ Schizen اور Phrein کا مرکب ہے۔ جس کے معنی ذہنی انتشار کے ہیں۔ یہ ایک ایسا ذہنی مرض ہے جس میں جذبات و ذہن دونوں کا انحطاط ہوتا ہے۔

رخشندہ شہناز لکھتی ہیں:

’’شیز وفرینیا دو یونانی الفاظ کا مجموعہ ہے جس کا مطلب ہے ذہن کا پھٹ جانا۔‘‘[۳]

اس مرض کا شکار اپنے حسی تجربات پر کنٹرول نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی دوسروں کے حسی تجربات کو وصول کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی اپنے حسی تجربات کی تنظیم کر سکتا ہے۔ اس کے نتیجے میں تمام خیالات بلا روک ٹوک اور بغیر کسی حسی کنٹرول اور کسی ترتیب کے ذہن میں آتے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح کے مریضوں میں بے حسی اور سرد مہری موجود ہوتی ہے اور یہ کسی چیز پر زیادہ دیر تک توجہ نہیں دے سکتے۔ خارجی دنیا میں انہیں کوئی خاص دلچسپی نہیں ہوتی۔ اور ان کی سوچ اور عمل آس پاس کے ماحول اور حقائق سے بے خبری کا مظہر ہوتا ہے۔

اس مرض کی نشاندہی کرنا ایک مشکل امر ہے۔ کیونکہ اس کی کئی قسمیں ہوتی ہیں لیکن اس مرض کی اہم علامت حقائق سے رابطے کا منقطع ہونا ہے۔ کیونکہ اس مرض میں مبتلا افراد کو زندگی اور حقائق، عقل و استدلال اور اونچ نیچ وغیرہ کا قطعی شعور نہیں ہوتا۔ اس طرح کے افراد تشدد پسند نہیں ہوتے۔ بلکہ بظاہر یہ تحمل مزاج رکھتے ہیں۔ مگر ان کی زندگی میں ترتیب نہیں ہوتی۔ شیز وفرینیا کی مختلف صورتیں اور قسمیں ہیں اور ہر قسم کی علامتوں کی نوعیت اور شدت مختلف ہے۔ کچھ علامتیں مشترک بھی ہوتی ہیں اور کچھ کی اپنی الگ کلینکی صورت ہوتی ہے۔

جی ڈبلیو کسکر (G.W.Kisker) اس مرض کے متعلق لکھتا ہے:

"Schizophernia is a chronic mental illness that affects the way a person thinks, acts and feels. The symptoms of schizophrenia can make it difficult to participate in usual everyday activities but effective treatment are available."[۴]

اس مرض کی سادہ صورت میں وہم (Delusion) اور وہم ادراک (Hallucination) نہیں پائے جاتے۔ لیکن اس کی ایک قسم ہبی فرینک شیز وفرینیا (Hebephrenic Schizopherenia) ہے۔ جس میں یہ علامت پائی جاتی ہے۔ وہم اور وہم ادراک شیز وفرینیا کی اہم ترین علامتوں میں سے ہے۔ وہم (Delusion) ایک غلط عقیدہ ہے۔ جو کہ بہت منظم ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے فرد میں اپنی ذات اور باہر کی دنیا کے متعلق غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے اور اس وجہ سے انسان کا ادراک ختم ہو جاتا ہے۔

''قربتِ مرگ میں محبت'' کا کردار عابدہ سومرو بھی اس مرض میں مبتلا تھی۔ اسے وہم ہے کہ وہ کینسر جیسی بیماری میں مبتلا ہے۔ اور موت کے قریب ہے۔ اس کے جسم پر کسی اسکن ڈیزیز(Skin Disease) کے عارضے کی وجہ سے دانے تھے۔ جیسے وہ کینسر کی علامت کے طور پر سمجھی تھی اور وہ سب کو یہی بتاتی تھی کہ کینسر کی وجہ سے اس کے پورے جسم پر دانے اور اس کے نشانات ہیں۔

> ''اس کی ریڑھ کے مہرے نمایاں تھے اور گنے جا سکتے تھے اور ان کے گرد اور اس کی پشت پر عجیب مشکوک سے دھبے تھے۔ جیسے کسی جلدی بیماری کے آثار ہوں۔۔۔ اس کے سارے بدن پر ٹانگوں پر چھاتیوں پر ہر جگہ وہی دھبے نظر آ رہے تھے۔ جسے زخم مندمل ہو رہا ہو تو اس پر کھرینڈ نمودار ہونے لگتا ہے۔ ایسے دھبے۔''(۵)

شیزوفرینیا کے اسباب بھی خاصے پیچیدہ ہیں اور ماہرینِ نفسیات بھی ابھی تک ان کی پوری طرح وضاحت نہیں کر سکے۔ کلینکی مشاہدوں اور محققین کے تجربوں کے نتیجے سے چند ضروری اسباب اور وجوہات منظر عام پر آئیں۔ ان میں حیاتی و نفسیاتی اور سماجی عوامل شامل ہیں۔ حیاتیاتی اسباب کے تحت وراثت اعصابی اور حیاتی کیفیتیں شامل ہیں۔ جو دماغ کی نارمل فعالیت میں مداخلت کرتی ہے اور نفسیاتی اسباب میں زندگی کی ابتداء میں پیش آنے والے نفسیاتی صدمے محبت سے محرومی اور تکلیف دہ ماحول کی مشکلات وغیرہ اس میں شامل ہیں۔

عابدہ سومرو کی شادی سندھ کے ایک وڈیرے سے ہوئی تھی۔ جو کہ اس کا آئیڈیل آدمی کبھی نہ بن سکا۔ وہ عابدہ سومرو کی تمام ضروریات کا خیال تو رکھتا تھا۔ مگر وہ ایک عرصے سے اس کے قریب نہ گیا تھا۔ ان سب وجوہات کی بناء پر عابدہ نفسیاتی مریض بن گئی تھی اور اس کا دماغ ایک صحت مند دماغ کے طور پر کام نہیں کر رہا تھا۔ اس لیے وہ کبھی کبھی وہم کا شکار ہو جاتی تھی کہ وہ بیمار ہے۔ کینسر کی مریض ہے اور موت کے قریب ہے۔

پروفیسر شمشاد حسین اس مرض کے متعلق رقم طراز ہیں:

> ''اس مرض میں مبتلا مریض یہ سوچتا ہے کہ کچھ لوگ اسے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ وہ ہر شخص کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور بعض اوقات اسے یہ لگتا ہے کہ وہ کسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہے۔ وہ یہ بھی سوچتا ہے کہ وہ کوئی

بہت بڑا آدمی ہے اور اس کے پاس غیر معمولی صلاحتیں ہیں۔ جس کی بناء پر دوسرے اس سے حسد کرتے ہیں۔''(۶)

وہم ادراک یا واہمہ (Hallucination) وہم سے تھوڑا مختلف ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ان چیزوں کو دیکھنا یا ان آوازوں کو سننا جو ماحول میں موجود ہی نہ ہوں۔ وہم ادراک یا واہمہ کے مریضوں کو ایک ایسی چیزیں سنائی یا دکھائی دیتی ہے۔ جن کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ ہبی فرینک اور پیرانوئڈ شیزوفرینیا(Hebephrenic and Paranoid Schizopherenia) میں وہم اور وہم ادراک زیادہ پائے جاتے ہیں۔ اس میں علامتیں شخصیت کے شدید بکھراؤ کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اس میں مریض کی انسانوں کے متعلق آگاہی کم ہو جاتی ہے اور مریض عجیب و غریب گفتگو کرنے لگتا ہے۔

اس کے جملوں یا الفاظ میں کوئی ربط نہیں ہوتا۔ کسی بھی بڑے سانحے یا واقعے کا ان پر ہیجانی اثر نہیں ہوتا۔ اس مرض میں مریض وہ سارا منظر اپنے دماغ میں بنالیتا ہے جو کہ اس کے گرد ماحول میں رونما ہو ہی نہیں رہا ہوتا۔

عابدہ سومرو بھی واہمے یعنی وہم ادراک (Hullucination) کی مریض تھی۔ اس کا واہمہ ہوتا کہ اس کی دوست شہلا مر گئی ہے۔ عابدہ سومرو اس کی موت کا سارا منظر اپنے ذہن میں سوچتی ہے کہ شہلا ایکسڈنٹ میں مری ہے۔ اس کی موت کا ذمہ دار وہ خود کو ٹھہراتی ہے کہ شہلا اس کی آنکھوں کے سامنے مر رہی ہوتی ہے۔ اور وہ کچھ بھی نہ کر سکی۔ اس سارے موت کے منظر میں کوئی سچائی نہیں ہے بلکہ یہ سب واہمے عابدہ کے نفسیاتی مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ہے۔ مستنصر حسین تارڑ نے اپنے اس ناول میں عابدہ کے کردار کے ذریعے شیزوفرینیا اور اس کی مختلف اقسام جیسے کی طرف قاری کی توجہ دلائی ہے۔

رابرٹ کامیو واہمہ کے متعلق رقم طراز ہیں:

''ماحول میں غیر موجود اشیاء کا حسی تاثر واہمہ کہلاتا ہے اور فرد اصرار کے باوجود اسے بدلنے پر تیار نہیں ہوتا۔''(۷)

ادراک کی خرابیوں میں سب سے بڑی خرابی واہمہ ہے۔ شیزوفرینیا کے مریضوں میں سے زیادہ واہمے پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح عابدہ سومرو بھی بے شمار واہموں کا شکار ہے۔ کبھی وہ یہ کہتی ہے کہ وہ برطانیہ میں تعلیم حاصل کر چکی ہے۔ وہ ایسی ایسی یونیورسٹی میں پڑھ چکی ہے جس کا نصاب اسے خود بھی نہیں معلوم لیکن یہ تمام صرف اس کے ذہن کا خلل ہے اور اس کے واہمے ہیں۔ حقیقت میں ایسا کچھ بھی ہے۔ عابدہ اس مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ

سے سمجھتی ہے کہ وہ بہت سے مشہور لوگوں سے مل چکی ہے۔ ٹی وی یا اخبار میں کسی شخص کو دیکھ کر اس کے عشق میں گرفتار بھی ہو جاتی ہے۔ ''قربتِ مرگ میں محبت'' کے مرکزی کردار خاور سے بھی وہ محبت کرنے لگتی ہے۔ عابدہ اس وہم کا بھی شکار ہے کہ وہ آکسفورڈ میں پڑھ چکی ہے۔ اور عمران خان اس کا کلاس فیلو تھا۔ اور وہ عابدہ پر عاشق تھا اور اس کی منت کیا کرتا تھا کہ وہ اس سے شادی کر لے۔

عابدہ چونکہ نفسیاتی طور پر ابنارمل تھی اور شیزوفرینیا کی مریض تھی۔ اس لیے یہ باتیں اس کا بس اپنا وہم تھیں۔ جن پر وہ سچے دل سے یقین رکھتی تھی کہ جیسا وہ کہتی یا سوچتی ہے۔ حقیقت میں بھی وہی ہے۔ ناول کے آخری مراحل میں شہلا خاور کو عابدہ سومرو کے نفسیاتی مریض ہونے کا بتاتی ہے۔ جبکہ شہلا وہی دوست ہے جیسے عابدہ اپنے وہم میں مرا ہوا دیکھ چکی ہے۔

> ''عابدہ ایک کامپلیکسڈ چائلڈ ہے۔۔۔ وہ مکمل طور پر صحت مند نہیں ہے۔ اسے کوئی بیماری نہیں۔ لیکن اس کے اپنے کچھ واہمے ہیں اور وہ سمجھتی ہے اور ان لمحوں میں تہہ دل سے سمجھتی ہے۔ جھوٹ نہیں بولتی کہ وہ طرح طرح کی خوفناک بیماریوں کا شکار ہے۔ مر رہی ہے۔ اور کوئی اسے محبت نہیں کرتا پرواہ نہیں کرتا۔ یہ سب کے نفسیاتی عارضے ہیں۔ جن سے میں بخوبی واقف ہوں۔ کیا آپ کو بھی اس نے اپنی عزیز ترین سہیلی کے بارے میں بتایا تھا۔ بتایا ہوگا اور وہ میں ہوں۔ میرا کوئی حادثہ نہیں ہوا۔ مجھے کچھ نہیں ہوا۔ لیکن وہ مکمل وافتگی میں چلی جاتی ہے اور یقین کر لیتی ہے کہ ایسا ہو گیا ہے۔''(۸)

نفسیات کے میدان میں جدید دواؤں نے اب اس مرض کے علاج میں مدد دی ہے۔ علاج کے ان طریقوں میں کیمیائی مادوں کے ذریعے بھی علاج شامل ہے۔ ان طریقوں کے علاوہ نفسیاتی و سماجی طریقوں سے بھی علاج کیا جارہا ہے۔ مستنصر حسین تارڑ کے علاوہ بھی بہت سے ناول نگاروں نے مختلف نفسیاتی امراض کے متعلق لکھا ہے۔

تارڑ صاحب نے ''قربتِ مرگ میں محبت'' میں موت کا ذکر بار بار کیا ہے۔ پورے ناول کے منظر نامے میں موت کو ایک زبردست قوت کے طور پر موجود دکھایا ہے۔ عابدہ سومرو جہاں ایک طرف نفسیاتی مرض میں مبتلا دکھائی گئی ہے وہی اسے موت کا بھی شدید ڈر ہے۔ کیونکہ وہ خود کو کینسر کی مریض سمجھتی ہے۔ اس لیے اس کا خیال

ہے کہ وہ جلد ہی مر جائے گی۔ کسی بھی چیز کا بے جا خوف فوبیا(Phobia) کے زمرے میں آتا ہے۔ فوبیا بھی ایک طرح کا نفسیاتی مرض ہے۔ اس میں کسی انسان کو کسی واقعہ، کسی جگہ یا کسی چیز کے بارے میں بے معنی اور بے جا خوف ہوتا ہے۔

رئیس امروہوی لکھتے ہیں:

''فوبیا کا لفظ یونانی دیوتا ''Phobia'' سے ماخوذ ہے۔ یہ دیوتا اپنے دشمنوں کو خوفزدہ کرتا تھا۔ اس نسبت سے مریضانہ خوف کے لیے اس لفظ کا استعمال شروع ہو گیا۔''(۹)

فوبیا کی وجہ سے انسان کے معاشرتی تعلقات بھی متاثر ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ سے انسان کو بہت زیادہ اضطراب اور عدم اطمینان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ فوبیا کی مختلف قسمیں ہوتی ہے۔ جیسے کچھ لوگوں کو جانوروں کا خوف، کچھ کو آگ کا، پانی کا اور موت کا بے جا خوف ہوتا ہے۔ عابدہ سومرو کو موت کا فوبیا تھا۔ اس کے دل ودماغ میں موت کا خوف بیٹھ گیا تھا۔ اس ناول کے ہر صفحے پر موت کا خوف چھایا نظر آتا ہے۔ ناول کے ہر کردار پر موت کے عکس کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔

ناول کے کردار موت کے خوف سے زندگی کے ہر لمحے کو بھرپور طریقے سے جینا چاہتے ہیں۔ زندگی کے ہر احساس کو محسوس کرکے اس سے لطف حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن موت کا خوف ان کی خوشیوں میں حائل ہو جاتا ہے۔ تارڑ صاحب کے ناولوں میں زیادہ تر موت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس ناول کا مرکزی کردار خاور ایک ایسا کردار ہے جو اپنی زاول عمری کے باعث موت کے انتظار میں ہے۔ لیکن جب محبت اس پر مہربان ہوتی ہے تو وہ موت سے خوف کھانے لگتا ہے اور اس سے دور بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ غالب نے موت کے بارے میں کیا خوب شعر کہا ہے۔

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی (۱۰)

مستنصر حسین تارڑ کے بیشتر ناولوں میں مور کا ذکر ہے۔ اس کا ذکر موت کی آمد کا پتا دیتا ہے۔ انسان جب بڑھاپے کی جانب گامزن ہوتا ہے تو مور کی آواز قریب ہوتی جاتی ہے۔ مستنصر کے ناولوں میں مور کی آواز انسان کو اس کی ڈھلتی عمر سے آگاہ کرتی ہے۔ مصنف نے اس ناول میں موت کی نفسیات کو اس طرح سے بیان کیا ہے کہ ان

کے ہر کردار میں موت کا ڈر اور خوف پایا جاتا ہے۔ کسی کردار کی تحریر میں موت کی اجارہ داری ہے اور کوئی کردار موت کے معنی تلاش کرنے میں سرگرداں ہیں۔

اس ناول کا ایک نسوانی کردار "غلافی آنکھوں والی" ہے۔ جو کہ اصل میں کینسر کی مریض تھی۔ اور موت اسے بانہیں کھولے اپنی آغوش میں سمیٹنے کو ہے۔ جبکہ عابدہ سومرو اپنے ذہنی خلل کی وجہ سے موت کو اپنی خوشیوں کا دشمن سمجھتی ہے۔ وہ کسی جان لیوا مرض میں مبتلا نہ ہوتے ہوئے بھی موت کی زردی اور موت کا خوف اپنے بدن میں محسوس کرتی ہے۔ ناول کا ایک اور کردار "ڈاکٹر سلطانہ شاہ" موت کے وجود سے ہی نالاں نظر آتی ہے۔ مصنف نے اس ناول میں موت سے بے جا خوف اور موت منظر کو نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے کہ قاری کو بیان کردہ تمام منظر آنکھوں کے سامنے محسوس ہوتا ہے۔

تارڑ صاحب نے اس ناول میں مختلف کرداروں میں موت کے بے جا خوف کے ذریعے یہی سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ موت برحق ہے۔ اس لیے اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ موت کے شدید ڈر یعنی فوبیا کی وجہ سے انسان بہت زیادہ نفسیاتی امراض میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اس میں ڈپریشن سب سے زیادہ اہم ہے۔ یہ مرض کسی بھی چیز کو بہت زیادہ سوچنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ عظمی طارق لکھتی ہیں:

> "موت سے خوفناک شے موت کا ڈر ہے۔"(۱۱)

عابدہ کا کردار نفسیاتی ہونے کی وجہ سے ناول میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ مصنف نے عابدہ سومرو کے اس نفسیاتی کردار کے حوالے سے معاشرے کو یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ عورت مرد کی توجہ اور محبت کی طلب گار ہوتی ہے۔ وہ مرد چاہے عورت کی زندگی میں باپ، بھائی، شوہر یا بیٹے کی صورت میں ہو۔ عورت اس سے صرف محبت چاہتی ہے۔ کیونکہ ایک ایسے ماحول میں جہاں مردوں کو سیاسی گٹھ جوڑ اور دن رات مادی اثاثوں میں بہتری کی فکر ہو۔ وہاں ایک پڑھی لکھی اور احساس عورت میں محبت اور توجہ کی کمی شیزوفرینیا، واہموں، فوبیا اور دیگر نفسیاتی عوامل پیدا کر دیتی ہے۔ ڈاکٹر راحیلہ لطیف اس ناول کے بارے میں اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتی ہیں:

> "یہ ناول اپنے موضوع کے اعتبار سے اہم بھی ہے اور موثر و موخر بھی۔"(۱۲)

"قربتِ مرگ میں محبت" میں مصنف نے ایسے موضوع پر بات کی ہے جس پر شاید ہی اس سے پہلے کسی نے قلم اٹھایا ہو۔ یہ ناول نفسیاتی کرداروں کے حوالے سے بھی بہت اہم ہے۔ اس ناول میں مصنف نے شیزوفرینیا کی

قسم وہم جیسی بیماری کا عمدگی سے ذکر کیا ہے۔ اسی طرح اس ناول میں موت کا بے جا خوف یعنی فوبیا جیسے مرض کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور ان تمام وجوہات کو بیان کیا ہے جس کی وجہ سے انسان نفسیاتی طور پر ابنارمل ہوتا ہے۔ مختلف کرداروں کے ذریعے انسان کی نفسیات کی عمدہ تصویر کشی کی ہے۔ مصنف نے اس ناول میں جنسی نفسیات جیسے تلخ پہلو کی بھی عکاسی کی ہے۔ جس کو ''پکھی'' کے کردار کے ذریعے واضح کیا ہے۔ مستنصر حسین تارڑ کا لکھنے انداز نہایت اچھوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تحریروں اور طرزِ بیان سے سب کو اپنا گرویدہ بنا رکھا ہے۔

منصور قیصر تارڑ کے متعلق کہتے ہیں:

''مجھے کہتے ہوئے شبہ نہیں کہ مستنصر حسین تارڑ نئی نسل کے چیخوف ہیں۔''(۱۳)

اس ناول میں کردار نگاری نہایت عمدہ ہے۔ مصنف نے ہر کردار کے ساتھ اس کی کہانی کے مطابق انصاف کیا ہے اور واقعات کا تسلسل ایک واقعہ سے دوسرے واقعہ سے جوڑا ہے۔ تارڑ صاحب کو نثر نگاری میں کمال حاصل ہے اور یہ ناول اس بات کا ثبوت ہے۔

تارڑ صاحب نے اس ناول میں واقعاتی جول کو اپنے جاندار مکالموں کے ذریعے اس طرح چھپا لیا ہے کہ خامیاں بھی خوبیاں بن گئی ہیں۔ غرض کہ مستنصر حسین تارڑ نے قربتِ مرگ میں محبت میں نفسیاتی مسائل اور دیگر دوسرے پہلوؤں پر نہایت عمدگی سے روشنی ڈالی ہے اور یہ تارڑ صاحب کا کامیاب ناول ہے۔

مستنصر حسین تارڑ کے موضوعات انسانی زندگی کی کشمکش اور فرد کی نفسیاتی کیفیات کی ترجمانی کرتے ہیں اور ان کے کردار حقیقی ہیں۔ جس سے انھوں نے معاشرے کی عکاسی اور ان کے درپیش ہونے والی مشکلات کو اپنی فکر کے ذریعے بیان کیا ہے۔ اس ناول کی پیشکش میں انھوں نے نفسیاتی اصطلاحات کو خوبصورتی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔

تارڑ صاحب اپنے ناولوں میں نفسیات کے ساتھ ساتھ ایک اور چیز کو جگہ دیتے ہیں وہ توہمات ہیں۔ یہ بھی ایک طرح کا نفسیاتی مرض ہی ہے۔ توہمات مختلف علاقوں میں مختلف ہوتی ہیں۔ جیسے مور کے بارے میں ہے کہ وہ موت کی علامت ہے۔ جب کہیں جنگل میں سے گھر آجائے گا تو وہاں موت ہو جائے گی۔ ''قربتِ مرگ میں محبت'' میں بھی مور کی آواز سنائی دیتی ہے۔

مستنصر حسین تارڑ کی معلومات بہت وسیع ہیں۔ اس لیے وہ اپنی کہانیوں میں گہرائی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنی کہانیوں میں بیانیہ اور علامتی تکنیک دونوں استعمال کی ہیں۔ اور ان کی کہانیوں میں ابلاغ کی

صنعت موجود ہے۔ غرض تارڑ کا ناول ''قربتِ مرگ میں محبت'' ہر لحاظ سے بہترین ہے اور اس کا شمار عمدہ ناولوں میں ہوتا ہے۔

حوالہ جات

۱. غفور شاہ قاسم، ڈاکٹر، مستنصر حسین تارڑ: ''شخصیت و فن''، اسلام آباد: نسٹ پریس، ۲۰۱۸ء، ص ۳

۲. ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، اردو ناول کے ہمہ گیر سروکار، لاہور فکشن ہاؤس، ۲۰۱۲ء، ص ۱۸۵

۳. رخشندہ شہناز، کاروانِ نفسیات، لاہور: ''مکتبہ کارواں''، ۲۰۰۶ء، ص ۸۱

۴. Affective disorders and Schizopherenia, R.L.Spitzer, State Psychiatric Institute: New York, 1978

۵. مستنصر حسین تارڑ، ''قربتِ مرگ میں محبت''، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص ۶۸

۶. شمشاد حسین، پروفیسر، انسانی کردار ایک نفسیاتی و معاشرتی تجزیہ، پٹنہ: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، ص ۶۱

۷. رابرٹ کامیو، مترجم: ارشاد احمد مغل، لاہور: بک ہوم پبلشرز، ص ۶

۸. مستنصر حسین تارڑ، 'قربتِ مرگ میں محبت''، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ص ۳۴۵

۹. رئیس امروہوی، نفسیات و مابعد نفسیات، کراچی: ویلکم بک پورٹ، ۲۰۱۳ء، ص ۵۷

۱۰. مرزا اسد اللہ خاں غالب، ''دیوان غالب''، تحقیق و ترتیب یوسف مثالی، لاہور: مشتاق بک کارنر، س۔ن، ص ۲۴۹

۱۱. عظمی طارق، ''قربتِ مرگ میں محبت'' (فنی و فکری جائزہ)، لاہور، اورینٹل کالج، ۲۰۰۸ء، ص ۴۸

۱۲. راحیلہ لطیف، ڈاکٹر، مستنصر حسین تارڑ کے ناول وجود، فنا اور زوال کے نوحے، مشمولہ: مخزن، (مدیر: ڈاکٹر تحسین فراقی)، لاہور، قائد اعظم لائبریری، شمارہ ۲۵، ۲۰۱۳ء، ص ۵۱

۱۳. منصور قیصر، مشمولہ چہار سو (مدیر: گلزار جاوید)، اسلام آباد، مارچ ۲۰۱۵ء، ص ۴۵